رجسٹرڈ نمبر ۔ ۱ ۔ ۲۰۳۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جب وطن از ملک سلیماں خوشتر — خار وطن از سنبل و ریحاں خوشتر
یوسف کہ بمصر بادشاہی می کرد — می گفت گدا بودن کنعاں خوشتر

کاکوری اخبار

پانزدہ روزہ

جلد ۹ | کاکوری، جمعہ ۱۶ اکتوبر سنہ ۱۹۴۲ء مطابق ۵ شوال المکرم سنہ ۱۳۶۱ھ | نمبر ۱۲

ادبیات

غزل افتخار الشعرا جناب منشی جلد تو حید صاحب علوی نیرنگ کاکوروی

زلف و عارض پر طبیعت بیقرار آنے کو تھی
ایک دن یہ گردش لیل و نہار آنے کو تھی

جس کے گھر میں نوید وصل یار آنے کو تھی
میرے ویرانے میں شام انتظار آنے کو تھی

آہ سوزاں سینۂ پُرداغ کو چمکا گئی
اس گلستاں میں یہی باد بہار آنے کو تھی

موت حق کے آنے میں یہ امروز و فردا تا بکے!
آج آجاتی جو کل پروردگار آنے کو تھی

مر کے پھر جیتے لب جاں بخش نے آتے جو تم
ایک بار آئی قضا۔ کیا بار بار آنے کو تھی

شمع نے دھوکا دیا کیوں راستہ بتلا دیا
بیکسی رونے مجھے سوئے مزار آنے کو تھی

رخ مراد دیکھا تو وہ پہلو سے اُٹھ کر چل دیئے
آرزو دل سے جو باہر بار بار آنے کو تھی

تم مسیحائی جو کرتے نزع میں دو ایک بار
پھر نہ مرگ ناگہاں آتی، ہزار آنے کو تھی

محبوبہ سے

پیاری محبوبہ!

میں تیرے لئے، صرف تیرے لئے زندہ ہوں۔

مجھے پیار کرنے کی اجازت دے۔

ہاں مجھے اجازت دے کہ میں اپنا محبت بھرا دل نذرانے کے طور پر پیش کروں۔ وہ دل جو جذبات پرستش سے معمور ہے، میرا دل ہمیشہ تیرا شریک حال رہے گا۔ تیری مسرت، اس کی مسرت، اور تیرا غم اُس کا غم ہوگا!

پیاری محبوبہ! تو ہی میری بینائی ہے، تو ہی میری زندگی ہے! میری زیست تیرے ایک اشارۂ ابرو پر منحصر ہے۔ اجازت دے کہ میں اپنے شباب کو تیرے حُسن کے حضور بطور نذر پیش کر سکوں۔

(ماخوذ)

کب چمن سے دام میں صیاد کے ہم پھنس گئے
جب خزاں جانے کو تھی، فصل بہار آنے کو تھی

حشر میں احکام تسلیم و رضا یاد آ گئے
ورنہ دل میں بحث جبر و اختیار آنے کو تھی

پوچھتا تھا کیوں نشان گور اے نیرنگ وہ؟
کیا قیامت ڈھونڈنے سوئے مزار آنے کو تھی؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کاکوری اخبار

جلد ۹ | ۱۶ اکتوبر سنہ ۴۲ء | نمبر ۱۲

وطن کی عید

شکر ہے کہ اس بار رویت میں کوئی اختلاف نہیں ہوا اور ۲۹ رمضان یکشنبہ کو چاند صاف نظر آیا۔ ہلال عید کو دیکھ کر تمام قصبہ میں مسرت و انبساط کی لہر دوڑ گئی اور ہر شخص مسرور و خوش و خرم نظر آنے لگا البتہ وہ ضعیف و بوڑھے جن کو رمضان ایسے مبارک ایام میں مزہ و لطف تھا افسردہ و غمگین تھے۔ چاند رات ہی سے لوگوں نے عید کے انتظامات شروع کر دیئے تھے اور دوشنبہ کو صبح سویرے ہی سے قصبہ میں عید کی چہل پہل نظر آنے لگی۔ ۸-۹ بجے تک لوگ تیار ہو کر دوگانۂ عید ادا کرنے کے لئے مسجدوں اور عیدگاہ جانے لگے۔ جہاں تک اطلاعات ملی ہیں مضافات قصبہ میں بھی دوشنبہ کو عید کا تہوار منایا گیا اور نہایت امن و سکون سے یہ اسلامی تہوار گذرا۔ نماز دوگانہ حسب دستور عیدگاہ، تکیہ شریف، جامع مسجد اور محلوں کی مسجدوں میں پڑھی گئی۔ عیدگاہ میں اسبار مجمع بہت کثیر ہونا بیان کیا جاتا ہے۔ اور حاجی مولوی مصطفےٰ حسن علوی نے امامت کی۔ قبل نماز امام صاحب نے اپنی مدلل تقریر میں رمضان کا فلسفہ اور عید کے فضائل و مناقب بیان کرتے ہوئے عیدگاہ کی زبوں حالی پر بھی حاضرین کو توجہ دلائی۔ سالگذشتہ عیدین کے مواقع پر جو رقم عیدگاہ کے لئے وصول ہوئی تھی اور جس سے چبوترہ کی کچھ توسیع کی گئی ہے اس کا حساب منشی ارشاد علی صاحب نے بالتفصیل پیش کیا اور بتایا کہ عمہ تحویل میں باقی ہیں۔ امام صاحب نے مزید امداد کی اپیل کی جس کا اثر لوگوں پر کافی ہوا اور بیان کیا جاتا ہے کہ کچھ رقم اس موقع پر بھی جمع ہوئی۔ تقریر کے بعد مولوی مصطفےٰ حسن نے حاضرین کو طریقۂ نماز کی یاد دہانی کرا کے نماز شروع کی۔ اور نہایت خوش الحانی سے نماز پڑھائی اور خطبہ پڑھا جس کو بڑی دل جمعی سے نمازیوں نے سنا۔ قریب ۱۰ بجے نماز و خطبہ ختم ہوا۔ عیدگاہ میں نماز بدیر ہونے کی شکایات ہم کو موصول ہوئی ہیں۔ اور لوگوں کو یہ اعتراض ہے کہ عیدگاہ میں نماز کے لئے وقت کے تعین نہ ہونے سے نمازیوں کو غیر معمولی انتظار کی تکلیف ہوتی ہے۔ جس کی جانب ہم امام صاحب کو خاص طور پر توجہ دلاتے ہیں اور اسلامی ارکان کی ادائی میں سہولت بہم پہونچانے کی درخواست کرتے ہیں۔ تکیہ شریف۔ جامع مسجد اور دیگر مساجد میں نماز دوگانہ اوقات مقررہ پر ادا ہونے کی اطلاعیں ملی ہیں۔

ہم اپنے ہموطنوں کو عید فطر کا تہوار خوشی و انبساط سے گذارنے پر دلی مبارکباد پیش کرتے ہوئے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اہل قصبہ کو ایسی سیکڑوں عیدیں خوشی و خرمی سے کرنے کے مواقع عطا فرمائے اور اسلام کا بول بالا ہو۔

نماز دوگانہ ادا کرنے کے بعد لوگ اپنے اعزہ و احباب سے ملنے جلنے اور روزوں کے بخیریت و باطمینان گذرنے اور عید کی مسرت حاصل ہونے کی مبارکبادیاں لیتے ہوئے نماز عصر سے قبل مثل سالہائے گذشتہ جناب قاضی القضاۃ بہادر مغفور کی بارہ دری واقع مولوی محلہ میں عید کی ملاقات کے جلسہ میں شرکت کے لئے جمع ہوئے۔ نماز عصر مسجد بارہ دری میں ادا ہوئی۔ بعد نماز شعر شاعری کا سلسلہ شروع ہوا جو قریب مغرب تک جاری رہا۔ مجمع اسبار غیر معمولی تھا اور ہر طبقہ و خیال کے لوگ شامل تھے۔ لوگ شام تک آتے رہے اور عید ملنے اور ایک دوسرے کو مبارکباد دینے کا سلسلہ دیر تک قائم رہا جو انبساط و خوشی کا اچھا مظاہرہ تھا اور اس کا اظہار ہوتا تھا کہ لوگوں کو اس جلسہ سے کسقدر دلچسپی ہے۔ مولوی مصطفےٰ حسن فریاد نے اس بار جلسہ کو بہت کامیاب بنایا اور کئی نوعمروں کو اپنے ہمراہ لائے جنھوں نے بعض اساتذہ کے کلام کو نہایت لحن و خوش آوازی سے پڑھکر حاضرین کو بہت محظوظ کیا جس میں سجاد الحسن خلف منشی عماد الحسن علوی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ شعراء میں جناب فریاد کے علاوہ جناب اسیر جناب قیس نے اپنے کلام سے دلچسپی و تفریح میں اضافہ کیا۔ حسب دستور حاضرین کی تواضع حقہ۔ پان اور چائے سے کی گئی اور یہ دلچسپ صحبت دو ڈھائی گھنٹہ بڑی لطف و دلچسپی سے گذری۔

معلوم ہوا ہے کہ ہماری کئی سال کی مسلسل تحریک پر کچھ دردمند

مسلمانوں نے عیدگاہ کی درستی کی جانب جو توجہ کی ہے اور عملی طور پر جو خدمت وہ لوگ کر رہے ہیں وہ قابل ستائش ہے۔ یہ بھی سنا گیا ہے کہ عیدگاہ کے چبوترہ کی جسقدر توسیع ہوئی ہے اُس سے زیادہ اب گنجائش نہیں ہے۔ تو اب بقیہ جانمازوں کا انتظام کیا جائے اور عیدگاہ کے گرد وپیش کی زمین کو محاطہ کرنے کا طریقہ سوچا جائے اور ایسا انتظام ہو جائے کہ احاطۂ عیدگاہ میں نہ لوگ قبریں بنا سکیں اور ناہموار زمین کو سطح کر کے احاطہ کو صاف ستھرا رکھا جا سکے دنیز اُس کنوئیں کی جو احاطۂ عیدگاہ میں ہے درستی کرا کے جگت وغیرہ بنوا دیجائے۔ ان باتوں کے لیے صرف عیدین کے مواقع پر پیسہ پیسہ چندہ جمع کر کے کچھ رقم کا اکٹھا کر لینا ہی صرف کافی نہیں ہے بلکہ مقتدر لوگوں کو اپنے اثرات سے بھی کام لینا چاہئے اور جیسا ہم نے پچھلے سالوں میں کہا تھا اب پھر پُرزور الفاظ میں اپنے قصبہ کے باثر و مقتدر لوگوں سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ عیدگاہ اور قصبہ کی دیگر پورانی یادگاروں کو محفوظ رکھنے کے لئے ایک کمیٹی بنائیں جو عملی طور پر اپنا کام کرتی رہے اور پورانی یادگاروں کی حفاظت کی ذمہ دار ہو۔

ہم کو دلی رنج و افسوس ہے کہ ہماری بار بار کے توجہ دلانے پر بھی اُن لوگوں نے ناسمجھ اور شیرخوار بچّوں کو عیدگاہ میں لانے اور اپنے قریب نمازیوں کے صفوں میں بٹھانے کا طریقہ ترک نہیں کیا۔ تعجب ہوتا ہے کہ امام صاحب اپنے تقریر یا وعظ میں کبھی اس بدعت کی جانب توجہ نہیں دلاتے اور ایسے لوگوں کو منع نہیں کرتے جو اپنے ہمراہ بچوں کو لانے کے عادی ہیں اور جس سے دیگر نمازیوں کو نماز کے ارکان ادا کرنے میں دقت ہوتی یا نماز میں نقص پیدا ہوتا ہے۔

ہم کو امید ہے کہ عید الضحیٰ سے قبل نماز کے وقت کا تعین کا اعلان اور چھوٹے بچّوں کو عیدگاہ میں صفوں کے درمیان جگہ نہ دینے کی مخالفت کے لئے بذریعہ ڈھول منادی کرا دی جائے گی۔ اور عید الضحیٰ سے قبل دو تین بار بازاروں کے دنوں میں اعلان کرایا جا سکتا ہے۔

فانوس خیال

کے۔ ایم بشیر احمد علوی ناظر کاکوروی (بی اے علیگ)

(گذشتہ سے پیوستہ)

کہکشاں کے پورٹیکو میں ایک خوبصورت موٹر کھڑا تھا اور رکسی آنیوالے کا انتظار کر رہا تھا جیسے ہم لوگ غلام گردش میں پہونچے اور چند لمحات میں ہم آراستہ کمرہ کے دروازہ پر پہونچ گئے تھے۔ سفیر صاحب کے دماغ کی وارستگی فرط مسرت سے بڑھتی جاتی تھی۔ کیونکہ ان کو یقین ہو گیا تھا۔ کہ بلقیس کمرہ میں موجود ہے۔ اس وقت میرے قلب کی عجیب کیفیت تھی۔ بلقیس کو میں اپنی جائز ملکیت تصوّر کرتا تھا۔ اور آج سفیر صاحب میرے سامنے اس کی تعریف و توصیف کر رہے تھے۔

چند لمحات میں گھنٹی بجی اور ایک حسین خادمہ مجھکو اور سفیر صاحب کو ہمراہ لیکر عقبی باغ میں لے گئی جہاں چاء کا سامان تیار تھا اس نے مجھکو دیکھا اور میں نے اس کو۔ لیکن میرا استقبال سرد مہری اور کم گوئی کا مرقع تھا۔ اور میرے جذبات مشتعل پر برف باشی کے لیے سفیر اور بلقیس مع اپنی سہیلی ثریا کے موجود تھے۔ جو بلقیس کے گرمی محفل کے جزو اعظم تھے۔

بلقیس۔ آغا مسٹر نیاز آپ کیسے؟ کیا علیگڑھ سے تشریف لا رہے ہیں؟۔

میں۔ مکان گیا تھا یہاں سفیر صاحب سے بھی ملنے کے لئے آ گیا اتفاق سے آپ سے بھی ملاقات ہو گئی۔

یہ الفاظ بہت مشکل سے ادا ہوئے تھے مجھکو حیرت یہ تھی کہ بلقیس نے پردہ کس طرح اُٹھا دیا اور وہ کس طرح سفیر صاحب کے سامنے موجود تھی سفیر صاحب گو میرے دوست تھے لیکن اس وقت رقیب بھی اب میں اپنے قابو میں نہ تھا میری ہذیانی کیفیات میں ترقی ہو گئی اور میں یہ روح فرسا منظر زیادہ دیر تک دیکھ نہ سکا۔ سفیر صاحب نے مجھکو دیکھا اور کچھ سمجھ کر سنبھل نہ گئے اور میں بھی خاموش تھا۔ بجائے سینما کے امین آباد چلے گئے۔

بلقیس نواب صاحب کی تنہا اولاد تھی۔ اور جب سے ان کا جوان لڑکا مرچکا تھا اُن کی تمام امیدیں صرف بلقیس کی خوشی سے وابستہ تھیں

مجھکو معلوم نہ تھا کہ بلقیس "ایف۔ اے" پاس تھی اور علیگڑھ سے "بی۔ اے" اس سال پاس کرکے "ایم۔ اے" کی تیاری میں مصروف تھی۔ میرا خیال تھا کہ وہ تعلیم یافتہ تو ضرور ہے۔ لیکن اعلیٰ تعلیم کے متعلق میرا خیال کبھی نہیں گیا تھا۔ نواب صاحب ایک معزز عہدہ پر فائز تھے اور گو کہ اُن سے ہم لوگوں سے برادرانہ نہیں عزیزانہ تعلقات تھے لیکن اُن کی امارت کے افسانے اُن کے بقائے دوام کے لیے کافی سے زیادہ تھے۔ اس لیے ہم لوگ اُن کے مکان میں کم جایا کرتے تھے۔ یہ اتفاقی امر تھا کہ ایک تقریب میں وہ میرے یہاں آئی اور میری بہن عائشہ سے اس قدر خلا ملا ہو گیا کہ وہ اکثر میرے یہاں آجایا کرتی تھی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ مسٹر سفیر سے بھی ایک حد تک بلقیس کے تعلقات خاندانی قائم تھے۔ غرضکہ اس تعلیم مغربی نے اُس کے لاثانی حسن کو اپنی جگہ پر مکمل کر دیا تھا۔ بلقیس جب اپنے بالوں میں متعدد جگہ نشیب و فراز پیدا کرکے اُن کو سنوارتی اور اپنی ایک ساری جس سے اُس کے کندن جیسے بدن کی روشنی چھنتی تھی، زیب تن کرتی اپنے خوش وضع انگریزی طرز کا سلیپر پہنتی اور اپنے بنگلہ کے عقبی حصہ میں چہل قدمی کرتی تو صدہا نفوس بے اختیارانہ اُسکی طرف اُٹھ جاتیں اور وہ فاتحانہ استغنا سے ساری کا آنچل درست کرتی اور پھولوں سے کھیلنے میں مصروف ہو جاتی وہ چاہتی تھی کہ ایک مخلوق اپنی جملہ حسرتیں اُس کے قدموں کے نیچے ڈالدے۔ اور وہ انھیں ہنس ہنسکر لاپرواہی سے ٹھکرائے۔ اگر وہ کسی کو دیکھتی جو اُس کی جانب پھر کر دوبارہ دیکھنے کی ہوس نہ رکھتا تو اُس کو وہ شے لطیف سے معرا تصور کرکے حقارت آمیز طریقہ سے اُس کو گھور کر دوسری جانب دیکھنے لگتی۔ چنانچہ جب کمبن سے سفیر کو نکلنے کا موقع ملا۔ تو میدان صاف تھا۔ میرے جذبات کو بیدار کرنے والی مجھ میں محبت کی روح پھونکنے والی۔ مجھ پر سحر کرنے والی اب میرے قبضہ قدرت سے باہر تھی۔ اور میں مجبور۔ گو سفیر دنیا کو فانی تصور کرتے اور اُس کی ہر ادا کو لغو سمجھتے پھر بھی بلقیس کی اعلیٰ تعلیم اور اس تعلیم کے اثر سے اُس کی اداؤں کی دلفریبی یہ ایسی باتیں نہ تھیں کہ مسٹر سفیر جن کے پہلو میں بھی ایک درد مند دل تھا متاثر نہ ہوتے۔ وہ بھی متاثر ہوئے اور اُن کو فطرتاً ہونا چاہیئے تھا۔ لیکن فریقین کے طبائع میں ایک گونہ اختلاف تھا۔

کیونکہ بلقیس کو خدا معلوم کیوں فلسفہ سے ذوق تھا اور سفیر کو فنون لطیفہ سے گویہ بارا ہوا تھا کہ جب بلقیس لاینحل مسائل کو سفیر کی لاجواب کرنے کے لئے پیش کرتی تو سفیر اُن مسائل کی نہایت درجہ رعنائی سے معاندانہ حیثیت سے تشفی کر دیا کرتا تھا یہ سب تھا لیکن میرے لیے سفیر و بلقیس کے تعلقات معمایانہ رنگ لئے ہوئے تھے۔ اب آپ ہی بتلائیے مجھکو کیا کرنا چاہئے۔ میں ایک مغالطۂ ذہنی میں مبتلا تھا اور اشکال متعارفہ بنا بنا کر دل کو بہلایا کرتا تھا۔ لیکن کیا دل جلا ہوا بھی آرام پاسکتا ہے یا اپنے عہد شکن انداز رعنائی میں خواہ اُس محروم جمال کے لیے وہ کوئی مزید وجہ تکلیف نہ پیدا کرے لیکن بیباک نگاہوں اور تغافل ریز اداؤں کا زخم۔ نوشتوں کی ناکامی حرماں نصیبوں کے لئے کافی ہے تاہم کس طرح ہو سکتا تھا کہ بلقیس کی تحریر کے بعد میں گزشتہ تجربات کی بنا پر اُس کی موجودہ عنایات و کرم کی سپاس گزاری و منت پذیری کو چھوڑ دیتا۔ بلقیس کے قہر و غضب کے سوتے ہوئے فتنہ کو جگاتا۔ گو اس تحریر میں مراحل محبت کی جادہ پیمائی نہ سہی مگر مہربانی و الطاف کے جلد منازل تو طے کیے گئے تھے۔ تحریر یہ تھی۔

یکشنبہ کہکشاں۔ مسٹر نیاز۔ تسلیم

شرمندہ ہوں۔ معذرت خواہ بھی اگرچہ محض مجبوری ہی کی بنا پر ہوں۔ اور اس لئے میں حسب وعدہ آپ کے در دولت پر حاضر نہ ہو سکی تو کیا اب بلقیس کے اس عذر گناہ کو بھی شرف پذیرائی حاصل نہ ہوگا کہ آپ آج سہ پہر کو غریب خانہ پر تشریف لا کر چاء نوش کیجئے۔ اس وقت اطمینان ہوگا۔ اور ممکن ہے کہ آپ کی شکایات کی بھی تلافی ہو سکے۔

آپ کی مخلص بلقیس جہاں۔

جس وقت یہ تحریر ملی۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ کسقدر خوشی مجھکو ہوئی۔ دنیا کی جملہ نعمتیں اس مختصر تحریر کے مقابلہ میں ہیچ تھیں۔ اس وقت تین بجے تھے لیکن گھڑی کی سوئی سنگ گراں کی طرح اب بڑھنے کا نام نہ لیتی تھی۔ وہ جملہ طوفان جو دیار بلقیس میں جوش بادہ پیمائی اور آشفتہ سری کے طفیل میں گذر گئے۔ اس تمنائے دید اور حسرت نیاز کی پامالی کے لئے کافی تھے۔ مگر یہاں تو عہد وفا تھا۔ خیریت یہ تھی کہ آج مسٹر سفیر مکان پر نہ تھے۔ صبح ہی سے اُن کو ایک ضرورت سے شہر کے باہر

جانا پڑا تھا۔ میرے علیگڑھ جانے میں محض ایک دن باقی رہ گیا تھا۔ بار بار گھڑی کا ڈائل دیکھتا۔ لیکن خاموش ہو جاتا۔ گھڑی بالکل خاموش تھی گویا حرکت اور تپش اور اضطراب سب اُس نے میرے قلب مضطر کو عطا کر دیئے تھے۔ اور خود ساکن نہیں بلکہ جامد ہو گئی تھی۔ معلوم ہو رہا تھا کہ گویا مشین اور سوئی کا رشتہ و تعلق ختم ہو گیا۔ میں نے اُس کو کان میں لگایا۔ معلوم ہوا کہ نبض چل رہی ہے لیکن قریب قریب ساقط ہونے کے ہے۔ خدا خدا کر کے وقت آیا میں نے لباس تبدیل کیا اور کہکشاں پہونچا لیکن میری ناکامیوں کی کوئی حد نہ رہی جب مجھکو بلقیس کا خط ملا۔

"معاف کیجئے گا۔ آج بہن ثریا کے بچے کی سالگرہ ہے میں جا رہی ہوں آپ مکان پر تشریف رکھئے میں فوراً واپس آؤں گی۔ شب کا کھانا میرے ہی ساتھ کھایئے گا۔ شمالی کمرہ میں آپ آرام کیجئے میں نے خادمہ کو حکم دیدیا ہے وہ آپ کے آرام کے لئے کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھے گی۔" بلقیس یہ ایک بجلی کی لہر تھی جس نے مجھکو سرد کر دیا میں قریب کی کرسی پر بیٹھ گیا۔ متواتر عہد شکنی کا خیال میرے غم و غصہ کے جذبات کو برانگیختہ کر رہا تھا مگر اب بھی آیندہ کی امیدیں معذرتیں اور تاویلیں اور تنہائی کی ملاقات شب کا وقت شکوؤں دگلوں کا اظہار یہ وہ دل بہلانیوالے حربے تھے جن کی بھول بھلیاں میں میں خاموش ہو گیا۔ اور میز پر پڑی کتاب "اصنام خیال" دیکھنے لگا۔ گو میں ان جفاؤں کے سلسلۂ لامتناہی کا پورا مزہ چکھ چکا تھا۔ اور اچھی طرح واقف تھا کہ میرے دل حسرت پرست کے لئے لطف و کرم کا نام نہیں ہے۔ مگر میں نے ہمیشہ شانِ وفا کے تقدس و حرمت کا لحاظ کیا۔ اور کبھی اُس جادۂ مستقیم سے جو سرفروشانِ راہ وفا کے لئے ہو سر مو تفاوت کرنا گوارا نہ کیا۔ چنانچہ چند لمحات میں میں نئے وعدہ کے انتظار کے لطافت میں محو ہو گیا۔

مغرب کا وقت ہو چکا تھا شب کی سیاہی چھانے لگی تھی۔ طیور درختوں پر بسیرا لینے کے لئے شور مچا رہے تھے۔ کہکشاں کوٹھی آبادی سے باہر تھی۔ آسمان پر اتنا گہرا بادل چھایا ہوا تھا کہ تاریکی کافی ہو گئی تھی۔ نیز ہوا کی وجہ سے گرد و غبار پھیل گیا تھا۔ ایک گھنٹہ کے بعد بادل برسا اور برس کر نکل گیا۔ ہوا بھی تھم گئی آسمان صاف ہو گیا۔ پورنماشی کا چاند پیڑوں میں ہلکے ہلکے بالائی چوٹیوں سے دکھائی دے رہا تھا۔ اُس کی ہلکی ہلکی روشنی پھیلنے لگی تھی۔ اور میں برآمدے میں بیٹھا ہوا اپنے خیال میں محو تھا۔ مجھکو معلوم نہ تھا کہ میرے عقب میں کون کھڑا ہے۔ تھوڑی دیر میں معلوم ہوا کہ کسی نے میری آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیا۔ میں گھبرا کر کھڑا ہو گیا۔ مڑ کر دیکھا کون تھا؟ بلقیس! اُس وقت اس کی اونچی اور بلند پیشانی پر پریشانی کے آثار نمایاں تھے۔ اس کی ساری زعفرانی تھی۔ باہوں تک اس کے گورے ہاتھ عریاں تھے۔ اُس کے دونوں ہاتھوں میں باریک وضع کی سیاہ چوڑیاں تھیں چاندکی تیز روشنی میں اُس کے چہرے کی گھبراہٹ نے اُس کے حسن کو دوبالا کر دیا تھا معلوم ہو رہی تھی کہ کوئی ملکہ ہے۔ بلقیس نے جلد اپنے آنچل کو درست کیا۔ اور میرا ہاتھ پکڑ کر پاس کی کرسی پر بیٹھ گئی۔ اب نہ شکوہ تھا نہ شکایت۔ شب کا کھانا وہیں کھایا۔ معلوم نہیں کس طرح وقت کٹا۔ میں تقریباً شب کے دس بجے کہکشاں سے بلقیس کے موٹر پر واپس آیا۔ بلقیس نے رخصت کیا۔ اُسوقت بلقیس کی آنکھیں بھی آنسوؤں سے تر تھیں۔ یہ کیوں؟ یہ میری سمجھ میں آج بھی نہ آیا! میں دوسرے دن علیگڈھ چلا گیا۔

بلقیس کے خطوط اس دور میں بھی میرے سرمایۂ تسکین ہوتے تھے۔ اور مسٹر سفیر کی سحر آفرینیاں بلقیس کے پیکر شباب پر غالب آ رہی تھیں۔ لیکن اس کا گلہ کس سے کیا جائے کیا بلقیس سے یا سفیر سے! علیگڈھ سے میں نے "بی۔ اے" کیا اور اس چار سال کے عرصہ میں اکثر لکھنؤ جا کر بلقیس سے ملاقات کیا کرتا۔ لیکن کبھی مجھکو یہ محسوس نہ ہوا تھا کہ بلقیس کو کوئی روحانی تعلق مجھ سے نہیں ہے۔ بلکہ وہ وقتی محبت کا اظہار کرتی ہے اور جب میں چلا آتا ہوں تو وہ میری محبت و سفیر کی محبت کا موازنہ کرتی ہے۔ اب لامحالہ اُس کو یہی فرق نظر آتا ہے۔ چاند کی روح افزا خنکی اور آفتاب کی گرم شعاعوں میں ہوتا ہے۔ سفیر کی ہر وقت کی موجودگی۔ اُس کی دلکش جوانی اور خداداد قابلیت نے بہت جلد بلقیس کی نگاہوں میں ایک امتیازی حیثیت پیدا کر دی۔ اس عرصہ میں نواب صاحب نے یہ خیال کیا کہ بلقیس کا عقد کر دینا چاہیئے۔ چنانچہ قصبہ میں یہ رسم ادا ہونا طے پائی کس کی قسمت میں اُسکا شریک حیات ہونا لکھا جا چکا تھا نہ دریافت کیجئے میرے دوست (رقیب) سفیر کے ساتھ۔ سفیر بھی ایم۔ اے پاس کر چکے تھے اور اب انگلستان جانے والے تھے۔ میں نے یہ خبر سُنی اور

خاموش ہوگیا۔ میں بھی اس تقریب میں شرکت کی غرض سے چند دن قبل ہی سے مکان گیا۔ قصبہ میں اس شادی کے متعلق عجیب و غریب قصص مشہور تھے۔ کوئی کہتا بلقیس تو عیسائی ہوگئی ہے۔ کوئی کہتا پردہ اُٹھنے کے بعد اب کیا ہوگا؟ مذہب کا خاتمہ۔ ولایت جاکر۔

میں نے بلقیس سے ملنے کا ارادہ کیا۔ نواب صاحب سے ملاقات کی اور بلقیس سے بھی ملاقات کی مجھکو خیال تھا کہ سچی محبت کسی آرائش و نمائش کی محتاج نہیں ہے۔ لیکن انقلاب ذہنیت ملاحظہ ہو۔ میں بلقیس سے ملا۔ بلقیس نے نہایت درجہ بے اعتنائی سے کہا۔

مسٹر نیاز! آپ مجھکو بھول جائیے اب میں جدید زندگی پر گامزن ہونے والی ہوں واقعات بالکل بدل گئے ہیں اور ایک ہفتہ کے بعد اور بھی بدل جائیں گے۔ اور میں اپنے مستقبل کی بہتری کے خیال سے اسی نتیجہ پر پہونچی ہوں کہ آپ کو اطلاع دیدوں کہ آپ مجھکو بھول جائیے میں یہ طے کرنے پر مجبور ہوں کہ آپ کو میں نے اُن لطائف سے باخبر کردیا جنکی آپ کو ہوا نہ لگی تھی۔ میری فطرت میں یہ داخل تھا کہ ہر خوابیدہ شے کو بیدار کردوں۔ چنانچہ میں نے آپ کے خوابیدہ جذبات کو بیدار کردیا جو قوتیں آپ کے دماغ کی ماؤف ہوچکی تھیں اُن کو میں نے اس طویل عرصہ میں طاقتور بنادیا ہے بس اب ہماری گفتگو یہ آخری ہے۔ خدا حافظ۔

میں یہ سن کر سکتے میں رہ گیا۔ اس تقریر نے مجھ پر عجیب اثر کیا میرے دل میں ایک خاص کھٹک محسوس ہو رہی تھی۔ میں نے کہا پیاری بلقیس۔ میرے لئے ماحول کی تبدیلی کوئی اہمیت نہیں رکھتی مجھکو یہ معلوم تھا کہ تم عنقریب دوسرے شخص کے عیش کو دوبالا کروگی۔ بلقیس تمکو دیکھکر میں کائنات کو فراموش کردیا کرتا تھا۔ مجھکو اس کا خواب میں بھی خیال نہ تھا کہ تم محبت کے نازک رشتہ کو چند معمولی الفاظ سے توڑ کر میری جملہ خوشیوں کو پامال کردوگی۔

اب تو بلقیس بھی ذرا متاثر ہوئی۔ لیکن اُس نے منہ پھیر کر کہا مسٹر نیاز۔ معاف کیجئے میں نے غلطی کی تھی۔ شکار کھیلتے ہوئے میں خود ہی شکار ہوگئی۔ میں مجبور ہوں۔

میں نے شادی میں شرکت کی اور علیگڈھ چلا گیا۔ اب میری شاعری نے دوسرا رنگ اختیار کیا اور چونکہ ناکامی نصیب ہوئی تھی اس لئے میری شاعری پر بھی ناکامی و حرماں نصیبی کا اثر پڑا۔ اور رفتہ رفتہ ہذیانی کیفیات میری دوبالا ہوگئیں۔ اب ہر جگہ اور ہر وقت مجھ کو بلقیس نظر آتی اور "مجبور ہوں" کی گفتگو مجھ سے کرتی اور بھول جانے کی تعلیم دیتی۔ میری صحت پر اس کا نمایاں اثر پڑا تھا۔ اور ایل ایل بی کی تعلیم سے میں نے کنارہ کشی اختیار کی اور دہلی جاکر علاج شروع کیا۔ لیکن کوئی خاص فائدہ نہ ہوا۔ کہ اسی عرصہ میں میری والدہ کا انتقال ہوگیا اور میرے جذبات میں ایک جدید محشر بپا ہوگیا اور میری علالت نے ایک خوفناک صورت اختیار کرلی۔

(باقی آئندہ)

(بقیہ مضمون صفحہ ۸ کالم ۳ ملاحظہ ہو)

(بیوۂ مولوی فصیح الدین مرحوم) حیدرآباد سے (جہاں وہ ایف۔ اے کی تعلیم حاصل کر رہی ہیں) بسلسلۂ تعطیل عید اورنگ آباد آئیں ہیں۔

(۳) بیوۂ حکیم ظہیر علی مرحوم کو اب تپ و لرزہ کی شکایت نہیں ہے البتہ ابھی کچھ ضعف ہے جو رفع ہو رہا ہے۔

(۴) اہلیہ حافظ نصیر احمد علوی کو شدید بخار آیا اور ٹمپریچر ۱۰۳ رہا۔ خدا کرے اس درمیان میں صحت ہوگئی ہو۔

(۵) سید صادق علی عباسی عرف اختر علی کی چھوٹی بچی کو بخار آیا۔ خدا کرے بچی اس عرصہ میں صحتیاب ہوگئی ہو۔

(وطن کی بقیہ خبریں)

(بسلسلۂ علالت) حاجی محمد حسن علوی (شیخ سعدی محلہ) جو ۹ رمضان کو نماز عید پڑھنے گئے تھے عید کے بعد شدید بخار میں مبتلا ہوکر لکھنؤ آئے ہیں ۴-۵ دن سے بخار اترا نہیں ہے۔ معالج نے ٹائیفائڈ (میعادی بخار) تجویز کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ جلد صحت کاملہ عطا فرمائے۔

(بسلسلۂ متفرقات) قصبہ میں پھر چوریوں کی شکایات سنی گئی ہیں۔ پولیس کو اپنے فرائض منصبی پورے طور پر ادا کرنا چاہیے اور چوروں کا پتہ لگا کر قصبہ کے لوگوں کی پریشانی رفع کرے۔

وطن کی خبریں

نوٹ:- اعزہ احباب اور جملہ اہل وطن سے جو باہر ہیں خواہ وطن میں گذارش ہے کہ اپنے یہاں کی قابل اندراج خبریں اور اطلاعات دفتر میں روانہ کر کے مشکور کرتے رہیں۔ (اڈیٹر)

موسم:- گذشتہ عشرہ میں بارش بالکل نہیں ہوئی آسمان تقریباً صاف رہا۔ دن کو دھوپ میں ابھی کافی گرمی ہوتی ہے۔ لیکن ہوا خنک چلتی ہے شب کو اب خنکی ہوتی ہے۔ رات گئے دالانوں اور برآمدوں میں رضائی اوڑھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ مجموعی حیثیت سے موسم خوشگوار ہے۔

آب و ہوا:- ملیریا اور نزلاوی بخار کی شکایات سنی گئی ہیں۔ تداخل فصلین کی وجہ سے کچھ لوگوں کو شدید نزلہ کے ساتھ بخار آنے کا حال معلوم ہوا ہے۔

رمضان شریف:- ماہ صیام کے مبارک ایام بخیریت گذر گئے۔ اور جو چہل پہل گذشتہ دنوں میں تھی ختم ہو گئی۔ قصبہ کی بیشتر مساجد میں تراویح میں حفاظ نے کلام مجید ختم کئے۔ افسوس ہوا کہ بعض مسجدوں میں قرآن پاک نہ ہو سکا۔ ۲۶ ، ۲۷ ، اور ۲۸ رمضان کی شبوں میں غلام صفدر خاں کے احاطہ کی مسجد میں شبینہ بھی ہوا۔ حافظوں کی کمی کی وجہ سے ایک دن میں کلام پاک ختم نہ ہو سکا۔ حفاظ اور نمازیوں کے لئے کھانے اور سحر کا انتظام قاضی ولی حیدر خاں نے بڑے پیمانہ پر کیا تھا۔ ۲۹ رمضان کو منصب شاہ صاحب کی مسجد میں شبینہ ہوا۔

رمضان کی دعوتیں:- ۲۰ رمضان کو قاضی راشد علیخاں عباسی نے اپنے خاص اعزہ کو دعوت افطار و طعام دی تھی اور ۲۲ تاریخ کو منشی احتشام علی صاحب نے اپنے یہاں خاص عزیزوں اور احباب کو کھانے پر مدعو کیا تھا۔

عید الفطر:- دوشنبہ ۱۲ اکتوبر کو اسلامی تہوار (عید) امن و سکون کے ساتھ منایا گیا۔ مضافات قصبہ میں بھی اسی دن دوگانۂ عید ادا ہوا۔ کہیں سے بھی کسی کشمکش یا کسی ناگوار واقعہ کی اطلاع نہیں آئی۔ قرب و جوار کے بعض مواضعات کی مسجدوں میں دوگانۂ عید پڑھا گیا اور بہت مواضعات کے مسلمان کاکوری آئے اور عیدگاہ و مساجد میں عید کی نماز پڑھی۔

جلسۂ عید:- مثل سالہائے ماسبق بمقام مولوی محلہ حضرت قاضی القضاۃ بہادر مغفور کی بارہ دری میں عید کی ملاقات کے لئے کاکوری کے تقریباً ہر ارباب برادری و غیر برادری مجتمع ہوئے۔ اجتماع اس بار بہت اچھا تھا نماز عصر کے بعد سے قریب مغرب تک بڑی پُرلطف صحبت رہی حاضرین کی چاء۔ حقہ۔ پان سے تواضع کی گئی۔

تقریب:- ۷ اکتوبر کو قاضی ارشد علی سلمہ خلف قاضی راشد علیخاں عباسی، بی۔ اے کے ختم قرآن شریف کے سلسلہ میں میلاد شریف ہوا بعد ذکر میلاد جناب حافظ شاہ علی حیدر قلندر نے ارشد علی سلمہ سے رسماً کلام پاک کا ایک رکوع پڑھوا کر سنا۔ تبرک میں لڈو تقسیم کئے گئے اور اہل برادری کے گھر دن میں بھی حصّے بھیجے گئے۔

معاودت وطن:- مصلح الدین احمد انسپکٹر برخصت دیولالی ضلع ناسک سے۔ لفٹنٹ محمد آصف علوی برخصت منورا (سندھ) سے حاجی ڈاکٹر حکیم احمد علوی، ریاست ٹونک سے۔ منشی حبیب احمد علوی بسلسلۂ تعطیلات عید و دسہرہ فیض آباد سے۔ حاجی شفیق احمد علوی بسلسلۂ تعطیل عید الفطر ریاست رامپور سے۔ منشی اخلاق احمد علوی تعطیلات کے سلسلہ میں الہ آباد سے۔ محمد عارف علوی، مین پوری سے۔ ماسٹر تقی احمد اوناؤ سے۔ مولوی اجتبا علی عباسی بنارس سے۔ منشی صادق علی علوی، ہردوئی سے۔ چودھری وکیل احمد صدیقی بیکولبہ ضلع بستی سے برخصت اپنے والد کے حادثہ رحلت کے سلسلہ میں آئے تھے۔

صحت و سکون:- (۱) منشی اظہر علی صاحب، ایم۔ ایل۔ اے (مرکزی) اسمبلی کے اجلاس خاص میں شرکت کے بعد (جہاں موصوف نے معرکۃ الآرا تقریر کی تھی) دہلی سے وطن آئے۔ یہاں آکر بخار آگیا تھا اور ایک حادثہ گرنے کا بھی پیش آیا جس میں کولہے سے لیکر پیر کی پنڈلی تک شدید جراحتیں آئی تھیں۔ بفضلہ تعالیٰ اب اچھے ہیں۔

(۲) خانبہادر مولوی نظام الدین حیدر کے پیر کا زخم اب اچھا ہے اور کچھ چلنے پھرنے بھی لگے ہیں۔

(۳) منشی مشکور علی علوی (ریجبہ تلہ) کی شکایت رفع ہو گئی ہے۔ صرف ضعف ہے جو بتدریج رفع ہو رہا ہے۔

(۴) اہلیہ منشی ابن علی علوی (چاند محل) گذشتہ عشرہ میں شدید علیل ہو گئیں تھیں بمقابلہ پہلے کے سکون ہے۔ غذا بھی اب ملنے لگی ہے۔

ضعف ابھی کافی ہے۔ علاج جاری ہے۔ خدا کرے جلد صحت کلی حاصل ہو۔

علالتیں:۔ (۱) حکیم حافظ عبدالحلیم صاحب (احاطہ رحیم باسط) ہنوز میڈیکل کالج لکھنؤ میں ہیں۔ معلوم ہوا ہے حکیم صاحب کے زخم مندمل ہو رہے ہیں اور طبیعت مائل بصحت ہے۔ خدا کرے جلد بالکل صحیح و تندرست ہو کر وطن واپس آئیں۔

(۲) کانپور سے اطلاع آئی تھی کہ ڈاکٹر مشتاق احمد علوی (محلہ باؤلی) گزشتہ ماہ میں سخت علیل ہو گئے تھے۔ حلق میں شدید تکلیف پیدا ہو گئی تھی۔ دریافت ہوا ہے کہ شکایت میں بڑی حد تک کمی ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ بالکل ازالہ مرض فرما کر ڈاکٹر صاحب کو صحت کاملہ عطا فرمائے۔

(۳) منشی محمد نسیم علوی (محلہ باؤلی) کی شکایت میں ابھی تک کوئی کمی نہیں معلوم ہوتی۔ حرارت رہتی ہے۔ ضعف بہت ہو گیا ہے علاج ہومیوپیتھک جاری ہے صرف معالج کو تبدیل کر دیا گیا ہے۔ خداوند کریم ان کو جلد صحیح و تندرست فرمائے۔

(۴) منشی عبدالکریم سحن (محلہ سانگی) جن کو لکھنؤ میں ایک گاڑی سے حادثہ پیش آیا تھا اور شدید ضربات پہونچی تھیں۔ ابھی تک بالکل تندرست نہیں ہوئے ہیں۔ پیر کے زخم میں جو درد رہ گیا تھا جس میں اپریشن کرایا گیا۔ اب بفضلہ زخم مندمل ہو رہا ہے اور طبیعت چاق ہے۔ ابھی پیر پورے طور پر کام نہیں دیتا چلنے پھرنے کی معذوری ابھی ہے۔ اللہ جل شانہٗ سحن صاحب کی بقیہ تکلیف بھی جلد دفع فرمائے۔

متفرقات:۔ (۱) حضرت شاہ حیدر علی قلندرؒ کا فاتحہ سالانہ ۲۰ شوال المکرم (۳۱ اکتوبر سنہ ۴۲ء) بروز شنبہ بعد نماز مغرب حسب دستور تکیہ شریف پر ہوگا۔

(۲) برہنی (دکن) کی اطلاع سے یہ سنکر خوشی ہوئی کہ قادری احمد محسن علوی سب ڈپٹی انسپکٹری مدارس کے امتحان میں کامیاب ہو گئے۔ باری تعالیٰ مبارک فرمائے۔

(۳) معلوم ہوا کہ بازار کٹرہ کے ایک اور بنئے کا گران فروشی کے سلسلہ میں چالان ہوا ہے۔

حادثہ:۔ چودھری محمد اسمٰعیل (چودھری ٹولہ) نے چند روز علیل رہ کر چاند رات کو یکشنبہ ۱۱ اکتوبر سنہ ۴۲ء بعد نماز مغرب رحلت کی انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحوم بڑی خوبیوں کے انسان تھے۔ اور مرنجاں مرنج اصول کے پابند تھے۔ بڑے خوش طبعی اور زندہ دلی مزاج میں تھی۔ ہر کس و ناکس سے بہت خندہ پیشانی سے ملتے تھے اور ہر چھوٹے بڑے سے نہایت اخلاق سے ملتے اور دکھ درد میں حتی الوسع علی ہمدردی کرتے تھے۔ دوست پرستی کا جذبہ مرحوم میں بہت تھا۔ پولیس کی ابتدائی درجہ سے ترقی کر کے سب انسپکٹری تک پہونچے اور بہالا خدمات نیک نامی کے ساتھ انجام دیکر پنشن یاب ہوئے اور مستقل اقامت کاکوری میں اختیار کی۔ ٹاون ایریا کمیٹی کے تین سال سے ممبر تھے اور صفائی کا صیغہ اُن سے متعلق تھا۔ زمانۂ ملازمت میں جہاں رہے نیک نام و ہر دلعزیز رہے۔ مرحوم نے اپنی یادگار تین صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں چھوڑیں۔ بڑے بیٹے چودھری وکیل احمد ہیں جو کئی سال سے سب انسپکٹر پولیس ہیں جن کا عقد بڑے حوصلہ سے دو سال ہوئے کیا تھا۔ منجھلے بیٹے زیر تعلیم اور بی۔ اے کے آخری سال میں پڑھ رہے ہیں۔ چھوٹا لڑکا بھی زیر تعلیم ہے۔ بڑی بیٹی کی شادی ہو چکی ہے ابھی تین صاحبزادیاں ناکتخدا ہیں۔ مرحوم رمضان سے کچھ قبل اپنے بیٹے کے پاس اپنے برادر بزرگ چودھری مصطفےٰ علی کے ساتھ ضلع بستی گئے تھے اور وسط رمضان کے بعد واپس آئے بظاہر توانا و تندرست تھے۔ چند روز بخار آیا۔ مرض کی صحیح تشخیص نہ ہو سکی اور یہ بخار مرض الموت ثابت ہوا۔ ہم کو اس حادثہ میں مرحوم کی بیوہ۔ بڑے بھائی۔ صاحبزادوں۔ صاحبزادیوں و دیگر اعزہ سے دلی ہمدردی ہے اور ہم مرحوم کی مغفرت اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا ہونے کی بارگاہ خداوندی میں دعا کرتے ہیں مرحوم کی ہر دلعزیزی کا یہ حال تھا کہ تجہیز و تکفین میں شرکت کی وجہ سے نہ صرف محلہ کے لوگ بلکہ اکثر افراد عیدگاہ یا اپنے محلے کی مسجدوں میں دوگانۂ عید ادا کرنے نہیں گئے اور چودھری محلہ کی مسجد میں عید کی نماز پڑھ کر جنازہ کی نماز اور تدفین میں شرکت کی۔

اورنگ آباد دکن کی اطلاعات:۔ (۱) اہلیہ منشی تقی علی علوی ۲۰ اکتوبر سنہ ۴۲ء کو ورنگل سے اورنگ آباد اپنے والد میر نذر علی علوی وارد کے یہاں آئی ہیں۔

(۲) منشی اعجاز حسین مرحوم کی نواسی معابنی والدہ (بقیہ صفحہ ۲ کالم ۲ پر)

سید توسل حسین نے یونائیٹڈ انڈیا برقی پریس لکھنؤ میں چھاپا اور سید محمد مشیر الدین نے مولوی محلہ (لال باغ) کاکوری سے شائع کیا۔